ولتکن منکم امّة یدعون الی الخیر ویأمرون
بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

اور ہو جائے تم میں سے ایک گروہ جو نیکی کی طرف بلائے اور بھلائی
کا حکم کرے اور بدی سے منع کرے اور ایسے لوگ ہی مفلح ہوتے ہیں۔

# رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان

جلد ۳ | ایڈیٹر۔ صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب | نمبر ۱۲

## فہرست مضامین


حقیقت معجزہ ۴۵۳-۴۷۴
حیدرآباد دکن کا سیلاب ۴۷۵-۴۸۱
رسیدات ------ ۴۸۱-۴۸۳
تخفیف کرایہ ۴۸۳
ضروری التماس ۴۸۴
دارالکتب احمدیہ کا افتتاح صفحہ ٹائٹل پیج (ب)
انجمن تشحیذ الاذہان کے تیسرے سالانہ جلسہ کا پروگرام صفحہ ٹائٹل پیج (ج) (د)


بابو برکت علی صاحب احمدی کلرک شملہ
حافظ عبدالرحیم صاحب قادیان دارالامان
محاسب انجمن تشحیذ الاذہان

منیجر

باہتمام حافظ عبدالرحیم منیجر رسالہ تشحیذ الاذہان ۱۰۔ ذیقعدہ ۱۳۲۶ھ ہجری
کو قادیان سے شائع ہوا۔

قیمت سالانہ عوام سے ۱؎ اور طلباء سے ۱؎ لیجاتی ہے

# دارالکتب احمدیہ

## کا

# افتتاح

مدت سے انجمن تشحیذالاذہان کوشش کر رہی تھی۔ کہ اپنے ماتحت ایک دارالکتب کھولے۔ مگر بعض وجوہات سے وہ ایک وقت تک کامیاب نہ ہوسکی۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر پھر دارالکتب کا سوال انجمن میں پیش ہوا۔ اور مناسب سمجھا گیا۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یادگار میں ایک لائبریری کھولی جاوے۔ اور یہ بھی تجویز ہوئی کہ لائبریری مذکورا علیٰ سکیل بنائی جاوے مگر چونکہ اس کام کے لیئے ہزارہا روپیہ کی ضرورت تھی۔ اس لیئے یہ مناسب سمجھا گیا۔ کہ فی الحال اسکی ابتدا کر دیجاوے۔ پھر جوں جوں خدائے تعالیٰ نے توفیق دی اور اس کا فضل شامل حال رہا۔ توں توں اسکو وسیع کیا جاویگا۔ چنانچہ اس بنا پر اس لائبریری کی تیاریاں شروع کی گئیں۔ اور اب ہم خدائے تعالیٰ کے فضل سے خوشی سے اس امر کا اظہار کرتے ہیں۔ کہ ۲۵۔ دسمبر ۱۹۰۸ء کو بروز جمعہ اس دارالکتب کا افتتاح ہوگا۔ اور افتتاح سے پہلے ممبران انجمن تشحیذالاذہان اور سکرٹری و پریذیڈنٹ صاحبان بیرونی انجمنہائے احمدیہ میں سے جو جو احباب موجود ہونگے انکو صاحبزادہ حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب میر مجلس انجمن تشحیذالاذہان وافسر دارالکتب کی طرف سے ٹی پارٹی دیجاوے گی۔

(مینجر)

**الخطبہ** میرے ایک دوست قادیان کی ڈسپنسری میں کمپونڈر ہیں۔ نیک اور نہایت خلیق ہیں۔ ذات کے رائیں ہیں عمر قریباً بیس سال ہے۔ انکو لیئے رشتہ کی ضرورت ہے۔ مزید تحقیقات کے لیئے میری معرفت خط و کتابت ہو۔

(خاکسار عبدالحق کلرک میگزین۔)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

# حقیقت معجزہ

(سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو تشحیذ الاذہان جلد ۳ نمبر ۱۱ بابت ماہ شوال سنہ ۱۳۲۶ھ)

گمذہبی کشش بھی عجیب کشش ہوتی ہے۔ کہ انسان کو اندھا بنا دیتی ہے اور اسے سوائے اس کے کچھ سوجھتا ہی نہیں۔ اب جو یہ عام طور پر معلوم ہوگیا ہے کہ عیسائیوں کی کتابوں میں غلطیاں ہیں لہٰذا وہ انسانی ہدایت کیلئے معتبر نہیں ٹھہر سکتیں۔ تو اب پادری اور چالیں چلتے ہیں۔ گذشتہ منگل یہاں ٹون ہال میں ایک پادری کا لیکچر تھا۔ جس کے مسٹر عبداللہ یوسف علی پریذیڈنٹ تھے لیکچر کا مضمون یہ تھا کہ سائنس کو الہامی مذہب سے کیا تعلق ہے۔ اثنائے لیکچر میں انہوں نے بیان کیا کہ سائنس کا کام صرف دنیا اور مافیہا کے متعلق یہ بتانا ہے کہ یہ کل کس طرح چل رہی ہے اور اسکے پرزوں کا ایک دوسرے سے کیا تعلق ہے۔ مگر برخلاف اس کے مذہب یہ بتاتا ہے کہ اس کل کے بنانیوالا کون ہے اور اسکی صفات کیا ہیں اور اس سے ہمارا کیا تعلق ہے۔ پس یہ دونوں علیحدہ شاخیں ہیں۔ جیسا ایک انجن اور اسکے بنانیوالا انجن اور اسکے پرزوں کی تحقیقات کرنیسے بنانیوالے کی

خصلتیں اور خاصیتیں معلوم نہیں ہوسکتیں۔ اسی طرح سائنس اور مذہب کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔ گو بعض سائنس دان مذہب کے پابند ہیں مگر ہزاروں ہزار ایسے ہیں جو اس سے علیحدہ ہوگئے ہیں یعنی مانتے ہیں کہ جب ایک پہلو اُن کتابوں کا غلط ثابت ہوگیا ہے تو دوسرے پر کیونکر اعتبار ہوسکتا ہے۔ چنانچہ اسوقت بھی پارلیمنٹ میں ایک بل پیش ہو رہا ہے۔ کہ گو ابتک یہ قانون رہا ہے کہ عورت کے مرنے پر اسکی بہن سے شادی نہیں ہوسکتی۔ مگر یہ قانون درست نہیں۔ اور آئندہ اجازت ہونی چاہیئے کہ پہلی بیوی کے مرنے پر اسکی بہن سے اگر کوئی چاہے تو شادی کرسکے۔ ایسا ہی عیسائیوں میں کسی صورت میں پیشتر طلاق نہیں ہوسکتا تھا مگر اب بہت سی حالتوں میں طلاق جائز قرار دیا گیا ہے۔ غرض آہستہ آہستہ اخلاقی قوانین میں تغیر ہوتا جاتا ہے۔ پادریصاحب نے اس پہلو کے بچاؤ کے لیئے کہ سائنس کی معلومات مذہب کے خلاف ہیں۔ یہ بات پیش کی تھی کہ سائنس اور مذہب کو آپسمیں کوئی تعلق نہیں مگر چونکہ دنیا میں بہت مذہب رائج ہیں اور ہر ایک کا دعوٰی ہے کہ انکی کتابیں خدا کی طرف سے ہیں۔ اسلیئے اسے معیار صداقت مقرر کرنا پڑا۔ اور وہ اس نے یہ کیا کہ جس طرح ایک مصنف کی کتاب کسی خاص فعل کے متعلق اگر اس کے مطابق ہو تو واقعی سمجھی جائیگی اور اگر اسکے مخالف ہو تو سمجھا جائیگا کہ یہ کسی دوسرے کی کتاب ہے۔ اسی طرح نیچر جو ہمارے سامنے پھیلی ہوئی ہے یہ اللہ تعالٰی کا ایک فعل ہے۔ پس اسکا قول جو اس فعل کے مطابق ہوگا صحیح مانا جائیگا اور جو مخالف ہوگا وہ غلط۔ گویا پہلے تو یہ اصول قائم کیا

کر سائنس کی معلومات کو مذہب سے تعلق نہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی اعتراف کیا کہ کتاب میں جو لکھا ہوا ہے وہ گویا خدا کا قول ہے اور وہ اس کے فعل یعنی نیچر کے مطابق ہونا چاہیئے۔ پس اس طرح وہ خود ہی اس زد کے نیچے آگئے کہ وہ باتیں جو انکی کتاب میں خلاف واقعہ پائی جاتی ہیں غلط ہیں۔ اور جب ایک حصہ غلط ہے تو دوسرا بھی اعتبار نہیں ہو سکتا۔ غرض تحقیق حق کے لیئے اس نے اصول تو بہت عمدہ قائم کیا۔ مگر اپنے زعم میں جو اس نے چند باتیں درپردہ عیسائیت کی تائید میں پیش کیں وہ سراسر غلط تھیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ انسان کس طرح پہلے ایک خیال جما لیتا ہے اور پھر جھٹ کسی نہ کسی طرح اسپر دلیل قائم کر لیتا ہے۔ اول اس نے بیان کیا کہ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ جو شخص قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ ضرور اپنی پاداش کو پہنچ جاتا ہے اور دوسرا ہم دیکھتے ہیں کل جاندار چیزوں کا قیام ایک دوسری کی جان جانے پر منحصر ہے پہلے سے اس نے گویا اسلام پر حملہ کیا کہ مسلمان جو معافی گناہ کا عقیدہ رکھتے ہیں غلط ہے اور دوسرے سے اس نے کفارہ کی حقانیت پر دلیل قائم کی۔ مگر اول تو دیکھنا چاہیئے کہ ساری دنیا میں انسان ہی ایک Reasonable[1] اور Moral[2] ہستی ہے اور اس لیئے وہ اپنے اعمال کا جواب دہ ہے۔ پس جو مذہب انسانی فطرت کے مطابق ہو اور انسانی ضروریات کو پورا کرے وہ سچا مذہب ہو سکتا ہے۔ دیگر حیوانات اور نباتات سے اسکا کوئی تعلق نہیں اور انکے لیئے کوئی Spiritual[3] اور Moral[4] Code[5] نہیں ہو سکتا۔ انسانی فطرت میں ہم عفو کا مادہ پاتے ہیں۔ فطرتاً انسان

[1] معقول [2] اخلاقی [3] روحانی [4] اخلاقی [5] ضابطہ

ایک نیکدل انسان جب خطا کر بیٹھتا ہے تو اس سے پچھتاتا ہے اور چاہتا ہے کہ اب اسکی خطا معاف ہو جائے تو آئندہ ایسے فعل سے مجتنب رہیگا۔ چنانچہ اکثر اوقات ایسے قصور معاف کرائے جاتے ہیں بلکہ سلطنت کا عملدرآمد بھی اسی اصول پر ہے۔ بسا اوقات غلطی سے جو قصور ہوتا ہے معاف کر دیا جاتا ہے۔ بلکہ سزایاب لوگ جب اپنے چلن سے ثابت کرتے ہیں کہ اب انہوں نے اصلاح کر لی ہے تو انکی سزا میں تخفیف کر دیجاتی ہے۔ یہی اصول قرآن شریف نے بیان کیا ہے۔ یہ موقعہ مناسب نہیں اسلیئے میں تشریح نہیں کر سکتا۔ رہی دوسری بات سو ہم دیکھتے ہیں کہ انسانوں میں یہ قانون ہرگز نہیں پایا جاتا کہ ایک کی زندگی کا انحصار دوسرے کی جان لینے پر ہو۔ پس اس اصول پر کفارہ کی صحت ثابت کرنا سراسر حماقت ہے۔ پادریصاحب مذکور کے لیکچر ختم ہونے پر مسٹر عبداللہ یوسف علی نے چند الفاظ میں نہایت موزون اور معقول طریق پر اسکے خیالات کی تردید کر دی تھی۔ جسکو سامعین نے بار بار چیئرز دینے سے ظاہر کیا کہ انہوں نے اسکو بہت پسند کیا۔

غرض سائنس اور فلسفہ نے بہت طریق تحقیق حق کے قائم کئے۔ کبھی تو خود ہی مایوس ہو گئے اور کبھی مذہب کی تردید کر دی۔ فی زمانہ بھی گو مذہبی خیالات کی بعض جگہ تردید ہوئی ہے۔ مگر بنظر غور دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ سائنس خود ایک جگہ قائم نہیں اول تو سائنس والوں کے اپنے اقوال کے بموجب ترقی بھی سائنس کی کچھ ترقی نہیں چنانچہ سر ولیم رمسے ریڈیم کے متعلق بحث کرتا ہوا

لکھتا ہے کہ سر اسحاق نیوٹن کے وقت سے جب سے گویا ترقی سائنس کی شروع ہوئی۔ اب تک جو معلومات ہوئی ہیں ان سے اسکا یہ خیال بدستور قائم ہے کہ ہم محض بچے ہیں اور علم کے کنارے سے ایک آدھ کنکر اُٹھا لیتے ہیں حالانکہ علم کا تمام ناپیدا کنار سمندر ہماری آنکھوں کے سامنے پھیلا ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کے عجائبات میں سے جس میں ہم رہتے ہیں۔ چلتے پھرتے ہیں اور اپنی ہستی رکھتے ہیں۔ ابھی کچھ کچھ حاصل کرنا شروع کیا ہے۔ غرض سائنس اور فلسفہ کا یہ حال ہے کہ وہ خود ایک جگہ قائم نہیں اور نئی معلومات کے ساتھ ان کے نتائج بدلتے رہتے ہیں۔ اور جیسا کہ مَیں عرض کر چکا ہوں معجزات اور کرامات مسمریزم اور سائکولوجی کے کرشموں کی موجودگی میں مشکوک ہو جاتے ہیں۔ تو اب یہ کیونکر ثابت ہو سکتا ہے کہ مدعی جو معجزہ دکھاتا ہے وہ ضرور راستی پر ہے۔ مَیں نے مختلف پہلوؤں سے دکھایا ہے کہ کوئی جواب کافی اور تسلّی بخش نہیں ملتا۔ البتہ قدرت الٰہی دیکھو کہ اسلام نے اس سوال کو عجیب پہلو سے حل کر دیا ہے۔ چنانچہ غور کرو تو معلوم ہو گا کہ خود معجزہ اور کرامت کے الفاظ میں انکی حقیقت مخفی ہے۔

معجزہ کے معنے ہیں عاجز کر دینے والی چیز۔ جس سے صاف طور پر اشارہ ملتا ہے کہ وہ ایک ایسا واقعہ ہوتا ہے جس میں مدعی نبوت کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا کرامت تکریم سے ہے۔ جسکے معنے ہیں بزرگی۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ نشان کرامت ایسا نشان ہوتا ہے جسکی وجہ سے صاحب کرامت دیگر اہل دنیا سے ممتاز ہوتا ہے اور فضیلت رکھتا ہے۔ یہ نہیں کہ وہ اسی طرح کا یا اسی قسم سے اور عجیب کرشمہ

نہیں دکھا سکتے بلکہ یہ کہ وہ اسکی مثل لانیسے مطلقاً عاجز ہوتے ہیں۔ اور یہ امر اس بات کی دلیل ٹھہرتا ہے کہ مدعی نبوت کے پاس جو وہ معجزہ ہوتا ہے وہ کسی طور پر یا کسی خاص علم کی مشق نہیں ہوتا بلکہ وہ عطیہ الٰہی ہوتا ہے۔ ایک معنوں میں تو دوسرے لوگ عجائبات دکھاتے ہیں وہ بھی باذن الٰہی ہوتے ہیں کیونکہ انکی کل طاقتیں اندرونی اور بیرونی۔ علم و عقل۔ سب خداداد ہیں اور انہی کی وساطت سے وہ خرق عادت عمل دکھاتے ہیں۔ مگر ان معنوں کے لحاظ سے کہ وہ باتیں انہوں نے مشقی طور پر حاصل کی ہوئی ہوتی ہیں۔ اس لیئے وہ ان کے لیئے مخصوص نہیں ہوتیں۔ بلکہ غیر لوگ بھی ان میں شریک ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ یہ ہرگز دعویٰ نہیں کرتے کہ دوسرا کوئی شخص ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتا وہ جانتے ہیں کہ یہ ایک علم ہے اور دوسرا شخص محنت کر کے برابر کیا بلکہ بڑھ سکتا ہے جیسا میں پیشتر دکھا چکا ہوں کہ ایک شخص نے جو آم کا درخت لگایا وہ ناقص تھا اور دوسرا اسی فعل میں اس سے سبقت لے گیا مگر برعکس اسکے مرسل من اللہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ کرشمہ جو میرے ہاتھ پر واقعہ ہوتا ہے یہ معجزہ ہے۔ مخالفین کوشش کرتے ہیں مگر ہرگز اسکی مثل نہیں لا سکتے۔ اور انہیں اپنے عجز کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر عصائے موسیٰ کو لو۔ مخالفین نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ہم معجزہ دکھاتے ہیں۔ بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بڑی تحدی سے کہدیا کہ میں غالب رہوں گا۔ اب یہ تو نہیں کہ مخالفین نے بالکل کچھ نہ دکھایا ہوگا۔ انہوں نے رسیوں کے سانپ دکھائے مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا جو سانپ بنا وہ اسقدر

زبردست تھا کہ ان کے سانپوں کو نگل گیا۔

غرض معجزہ اسوجہ سے معجزہ نہیں ہوتا کہ وہ ایک خرق عادت امر ہوتا ہے۔ اگر صرف خرق عادت کا نام معجزہ رکھا جائے تو پھر تو معجزہ کی قدر و منزلت کچھ نہیں رہتی۔ جیسا میں پیشتر دکھا چکا ہوں خرق عادت امر کئی طور پر واقعہ ہوتا ہے۔ اور عام لوگ بھی عجائبات دکھاتے ہیں۔ پس نبی یا رسول کی کیا خصوصیت رہی۔ نبی یا رسول کی خصوصیت مین ہے کہ اسکی ذات سے جو خرق عادت امور ظاہر ہوتے ہیں اس میں دوسرے لوگ مقابلہ نہیں کر سکتے۔ قرآن شریف نے ایسے واقعات کے لیئے جو ایک نبی یا رسول کو عوام الناس سے ممتاز کرتے ہیں لفظ معجزہ استعمال نہیں کیا۔ بلکہ لفظ آیت استعمال کیا ہے۔ آیت کے معنے نشان کے ہیں۔ پس مامورین کو وہ نشانات دیئے جاتے ہیں جنکی وجہ سے وہ دیگر اہل دنیا سے ممتاز ہوتے ہیں۔ انکو انپر فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ بشر ہونیکی حالت میں وہ اور انسانوں جیسے ہوتے ہیں۔ مگر بعض فضیلتوں کی وجہ سے وہ برتر اور ممتاز ہوتے ہیں۔ اور انہیں روحانی حکومت کا حق پہنچتا ہے۔ دنیا میں ایک بادشاہ ہوتا ہے۔ اگر نظر غور سے دیکھا جائے تو اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو دوسروں میں نہ پائی جائے۔ مگر اسمیں وہ سب باتیں کثرت سے ہوتی ہیں اسوجہ سے اسکو فضیلت ہوتی ہے۔ اور وہ حاکم ہوتا ہے اس کے پاس مال دولت۔ نوکر چاکر علم و ہنر ہوتا ہے۔ دوسرے لوگ اس سے بالکل بے بہرہ نہیں ہوتے۔ مگر انکے پاس یہ چیزیں قلیل ہی ہوتی ہیں اور بادشاہ کے پاس وہی چیزیں کثرت سے ہوتی

ہیں اس لیئے اسکو فضیلت ہے، اور وہ حاکم ہے۔ اسی طرح روحانی معاملہ ہے۔ عوام الناس میں بھی روح ہوتی ہے۔ اور گاہے گاہے ان سے بعض اوقات عجیب معاملات سرزد ہوتے ہیں۔ مگر انبیاءؑ اور مرسلینؑ میں روحانی باتیں دوسروں سے بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہیں اس لیئے وہ حکومت کا حق رکھتے ہیں۔ اور انکی اتباع کرنا فرض ہوتا ہے۔ دنیاوی معاملات میں کوئی شخص بادشاہ کی مخالفت کرکے یا اس سے بے پروا رہ کر کچھ انعام حاصل نہیں کر سکتا۔ اسی طرح روحانی معاملات میں کوئی شخص بلا اتباع رسول موردِ برکات سماوی نہیں ہو سکتا۔ رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ سچی خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اوقات ایک کافر اور فاسق اور فاجر کو بھی سچی خواب آجاتی ہے اب اس کے یہ معنے تو ہو نہیں سکتے کہ وہ پورا نبی نہیں بلکہ نبی کا چھیالیسواں حصہ ہے اور چھوٹا سا نبی ہے۔ بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مادہ تو سب میں موجود ہے۔ اور ہمارے پاس انبیاءؑ اور مرسلینؑ کی پرکھ کی دلیل ہے۔ مگر انبیاءؑ و مرسلینؑ میں یہ مادہ اس درجہ ترقی پا گیا ہوتا ہے کہ وہ روحانی حکومت کے وارث ہوتے ہیں۔ البتہ انبیاءؑ و مرسلین میں جب روحانی مادہ اپنی حد نہایت تک ترقی پذیر ہوتا ہے۔ تو منشائے الٰہی انکو ہدایت کے لیئے امور کر دیتا ہے۔ محض اپنے فضل سے انکے ساتھ نشانات صداقت رکھدیتا ہے۔ وہ نشانات کسبی نہیں ہوتے بلکہ عطیہ الٰہی ہوتے ہیں اسی لیئے وہ ہر میدان میں مظفر و منصور ہوتے ہیں۔

قرآن شریف کے مطالعہ سے ایک عجیب راز منکشف ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ
اس میں بہت سے انبیاء کا ذکر ہے جب ہم غور سے پڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا
ہے کہ ان سب کے ساتھ ایسے اعجازی نشانات نہیں تھے جو ہمارے ذہن میں
لفظ معجزہ کے ماتحت آسکتے ہیں۔ یعنی عجائبات اور خرق عادت امور پر انکی
صداقت کی بنیاد نہیں تھی۔ مثلاً حضرت نوحؑ۔ ہودؑ۔ صالحؑ۔ ابراہیمؑ۔ لوطؑ۔
یوسفؑ۔ شعیبؑ۔ یونس۔ علیہم السلام۔ انہیں سے کسی نبی نے ایسے عجیب
واقعات نہیں دکھائے۔ حضرت نوحؑ نے کہا ربِّ اِنّی دعوت قومی
لیلاً و نہاراً فلم یزدھم دعائی الا فراراً۔ اے میرے ربّ میں نے
رات دن اپنی قوم کو حق کی طرف بلایا۔ مگر میری دعوت سے وہ منحرف ہی
رہے۔ پس انہوں نے دعا کی۔ ربِّ لا تذر علی الارض من الکافرین
دیّاراً۔ اے میرے رب اس زمین پر جس کے لیئے میں مبعوث ہوا ہوں
منکرین کا ایک گھر بھی نہ چھوڑ۔ چنانچہ مومنین کے سوا سب غرق آب ہوئے۔
اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میں تیرے اہل کو بچالونگا۔ مگر جب انکا لڑکا بھی
غرق ہوگیا۔ تو انہوں نے کہا کہ یا رب العالمین تیرا تو وعدہ تھا کہ میں تیرے
اہل کو بچالونگا۔ پس میرا لڑکا کیوں ڈوب گیا۔ جواب ملا یا نوحُ انہٗ لیس
من اھلک انہٗ عملٌ غیر صالحٍ۔ اے نوح وہ تیرے اہل میں سے نہیں
کیونکہ اس کے اعمال صالح نہیں۔ گویا انبیاء کی اولاد وہی ہوتی ہے جو مومن
اور نیکوکار ہو۔

قوم عاد کو حضرت ہودؑ کے انکار کے باعث کثرت بارش اور تندی ہوا سی عذاب پہنچا۔ فانجینٰہ والذین معہٗ برحمۃٍ منّا و قطعنا دابر الذین کذّبوا بایٰتنا وما کانوا مؤمنین۔ اللہ تعالیٰ نے انکو اور انکے متبعین کو اپنی رحمت سے بچالیا اور مکذبین کفار کی جڑ کاٹ دی۔

قوم ثمود کی طرف انکے بھائی صالح مبعوث ہوئے۔ انہوں نے تبلیغ حق کی اور کہا کہ یہ میری اونٹنی ہے۔ لا تمسّوھا بسوء فیأخذکم عذاب یوم عظیم۔ اسکو ستانا نہیں ورنہ تم عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ انہوں نے اس نصیحت سے فائدہ نہ اٹھایا۔ اونٹنی کو کاٹ ڈالا اور امر ربی سے سرکشی کی۔ فاخذتھم الرّجفۃ فاصبحوا فی دارھم جٰثمین۔ پس انکو زلزلے نے پکڑا پھر وہ صبح کو گھروں میں سوئے پڑے رہ گئے فتولّی عنھم وقال یاقوم لقد ابلغتکم رسالۃ ربّی ونصحت لکم ولٰکن لّا تحبّون النّٰصحین۔ پس وہ انسے برگشتہ ہو گئے اور کہا اے قوم میں نے اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور تمھیں نصیحت کی مگر تم ناصحین کی قدر نہیں کرتے۔ یعنی یہ نہیں کہ کل مرد اور عورتیں بلا استثنار کے سب تباہ ہو گئے ہوں۔ بلکہ مشیت ایزدی نے بعض کو بچا بھی لیا۔ تبھی تو بعد حادثۂ زلزلہ کے پھر انکو پہلا انذار یاد دلایا گیا۔

حضرت ابراہیمؑ کا اعجاز یہ تھا۔ قلنا یانار کونی بردًا وسلامًا علیٰ ابراھیم۔ وارادوا بہ کیدًا فجعلناھم الاخسرین۔ اللہ تعالیٰ نے

آگ کو سرد کر دیا۔ قوم نے انکے ساتھ فریب کا ارادہ کیا۔ مگر وہ خائب و خاسر رہے۔

حضرت لوطؑ نے قوم سے کہا۔ کہ ایسی بے حیائی تو کبھی کسی نے کی نہیں۔ انکم لتاتون الرِّجالَ شھوۃً من دون النساء۔ بل انتم قومٌ مسرفون۔ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے شہوت پوری کرتے ہو۔ تم تو مسرف قوم ہو۔ قوم کا اس کے سوائے اور کوئی جواب نہیں تھا کہ انہوں نے کہا کہ انکو اپنے شہر سے نکالدو۔ اِنَّھُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَھَّرُوْن۔ یہ لوگ بڑے پاک باز بنے پھرتے ہیں۔ فانجینٰہُ واھلہٗ الّا امراتہٗ کانت من الغٰبرین۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوطؑ کو اور اسکے اہل کو بچالیا۔ مگر انکی بیوی ماری گئی کیونکہ وہ پیچھے رہ گئی تھی۔ یہ قوم بھی زلزلہ سے تباہ ہوئی اور علاوہ ازیں۔ وامطرنا علیھم مطرا۔ فانظر کیف کان عاقبۃُ المجرمین۔ اللہ تعالےٰ نے بارش کی بوچھاڑ دی پس دیکھو مجرمین کا انجام کیا ہوا۔

حضرت یوسفؑ کی فضیلت یہ تھی۔ وکذٰلک یجتبیک ربک ویُعلّمک من تاویل الاحادیث ویُتمُّ نِعمتہٗ علیک۔ الخ اللہ تعالیٰ نے تاویل احادیث کا علم انکو دیا اور یہی انکی قید سے خلاصی کا موجب ہوا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے سب تہمتوں سے انہیں بری کر دیا اور عزّت کی جگہ پر پہنچا دیا۔

حضرت شعیبؑ اہل مدین کی طرف بھیجے گئے۔ قوم نے کفر کیا پس وہ زلزلہ سے تباہ کر دیئے گئے۔

حضرت یونسؑ تین دن مچھلی کے پیٹ میں رہ کر زندہ بچ رہے۔
غرض اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَۃٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَھْلَھَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّھُمْ یَضَّرَّعُوْنَ۔ کوئی ایسا نبی نہیں ہوا جسکے انکار کے باعث قوم کو سختی اور تکلیف میں نہ پکڑا گیا ہو اور اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ لوگ اپنی بدکرداریوں سے توبہ کریں۔

ان سب انبیاءؑ کے متعلق کوئی ایسا عجیب واقعہ نہیں ملتا جو ہماری نظر میں خرق عادت سمجھا جائے۔ روایتوں میں ذکر ہے کہ ہمارے پیغمبر حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار معجزات دکھائے۔ ایکدفعہ خندق کی لڑائی میں چار سیر جَو کی روٹی سے ہزار آدمی کو آپنے شکم سیر کیا اور ایک دن تبوک میں تیس ہزار لشکر میں ایک آدمی کے لائق پانی تھا۔ آپنے ایک تیر اس میں کھڑا کیا تو اسقدر پانی ہوگیا کہ سارا لشکر آسودہ ہوا۔ ایک مرتبہ ایک عورت اپنے لڑکے کو حضرتؐ کے پاس لائی اور کہا یا رسول اللہ اس لڑکے کو جنون ہے۔ آپنے اپنا دست مبارک اسکے سینہ پر پھیرا فی الفور اسکا جنون جاتا رہا۔ غزوہ خیبر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی آنکھ میں شدت سے درد تھا۔ آپ نے آب دہن مبارک انکی آنکھوں کو لگایا فوراً آرام ہوگیا۔ ایک دن حضرت جابر نے آپکی دعوت کی اور ایک بکری ذبح کی۔ تب حضرت جابر کے ایک بیٹے نے کھیلنے میں چھوٹے بھائی کو مار ڈالا۔ اسکی ماں یہ حال دیکھکر دوڑی۔ اور لڑکا مارے ڈر کے چھت پر چڑھ گیا اور جب وہ اپنی ماں کو اپنی طرف آتے

دیکھکر ڈرا تو چھت سے گر کر مر گیا۔ اس اثنا میں آنحضرتؐ آپہنچے۔ اور پوچھا تمہارے لڑکے کہاں ہیں۔ انہوں نے اس خیال سے کہ آپ کھانا نہیں کھائیں گے کہا کہ کھیلنے گئے ہیں۔ مگر آپنے کہا تلاش کر کے لاؤ تو کھانا کھائیں گے ناچار ذکر کرنا پڑا کہ وہ مر گئے ہیں۔ آپ سُنکر بے قرار ہوئے اور لاش پر جاکر دعا کی وہ دونوں اُٹھ کھڑے ہوئے اور آپکے ساتھ کھانا کھایا۔ غرض آپ کی ذات سے بے شمار معجزات ظہور میں آئے مگر قرآن شریف میں انکا ذکر نہیں۔ البتہ شق القمر کا ذکر ہے۔ اور ما رمیت اذ رمیت ولاکن اللہ رمی جنگ بدر میں آپنے ایک خاک کی مٹھی لشکر کفار کی طرف پھینکی۔ جسکا اثر سب پر پڑا اور وہ منتشر ہو گئے اور اس فعل کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ اس کے علاوہ البتہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا اور ید بیضا کا ذکر ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے طیور بنانے اور احیائے موتی کا ذکر ہے۔ مگر جسقدر نشانات اور انبیاء کے مذکور ہیں انمیں ایسی صفت نہیں مانی جاتی کہ خدا کی خدائی میں فرق آئے مگر حضرت مسیح کے معجزات میں خدائی صفات مانی جاتی ہیں۔

حضرت امام علیہ السلام نے لکھا ہے کہ معجزات دو قسم کے ہوتے ہیں (۱) ایک وہ جو محض سماوی ہوتے ہیں جنمیں انسان کی تدبیر اور عقل کا کچھ دخل نہیں ہوتا۔ (۲) دوسرے عقلی معجزات ہیں جو اس خارق عادت عقل کے ذریعہ سے ظہور پزیر ہوتے ہیں جو الہام الٰہی سے ملتی ہے۔ گویا ایک وہبی ہوتے ہیں اور ایک کسبی۔ میرے خیال میں سراج الدین نے جو تعریف کی ہے

اسمیں پہلے تین طریق سے جو معجزہ ہوتا ہے۔ وہ گویا عقلی ہے اور چوتھا طریق
سماوی ارادہ کے اندر آتا ہے۔ عند القیاس عقلی معجزات وہ ہوتے ہیں جنپر
مرسل من اللہ ہر وقت قادر ہوتا ہے مگر سماوی میں وہ قدرت حاصل نہیں ہوتی
یہی شق القمر کا معجزہ ایک سماوی معجزہ تھا مگر وہ ایک وقت پر ظاہر ہوا نہیں
کہ حضرت رسول اکرمؐ ہر وقت اسکے دکھانے پر قادر تھے۔ ایسا ہی وما رمیت
اذ رمیت ولاکن اللہ رمی کا معجزہ آپنے جنگ بدر میں تو دکھایا۔ وہ
ایک وقت مقدر تھا مگر جنگ اُحد میں اسکا ظہور نہ ہوا بلکہ اس موقعہ پر
آپ کو اپنے متبعین کی شکست دیکھنی پڑی۔ غرض نظر تدبر سے دیکھا جائے
تو حضرت مسیحؑ کے طیور بنانیکا معجزہ ایک عقلی معجزہ معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ
یہ تو ناممکن ہے کہ صفت خالقیت کسی میں ودیعت ہو سکے۔ حضرت موسیٰؑ
نے جو سانپ بنایا وہ ایسا نہیں تھا کہ اس میں ہڈی پسلی گوشت پوست
قدرتی طور پر آگیا تھا اور آئندہ وہ ویسا ہی رہا اور اسکی نسل چل پڑی۔ بلکہ
گو ظاہر صورت میں وہ سانپ ہو گیا تھا مگر فی الحقیقت وہ عصا ہی تھا
اور عصا ہی رہا۔ ایسا ہی حضرت مسیحؑ کے طیور تھے کہیں سے ثابت
نہیں ہوتا کہ انمیں قدرتی طور پر گوشت پوست اور ہڈی آجاتی تھی اور وہ مخلوق
الٰہی میں شامل ہو جاتے تھے بلکہ گو وہ ظاہر صورت میں اُڑتے نظر آتے تھے
مگر آخر تھے وہ مٹی کے جانور اور مٹی ہی رہتے تھے۔ ہمارے مخالف مولوی
صاحبان کہتے ہیں کہ وہ واقعی پرند پیدا کر دیتے تھے اور یہ طاقت انمیں باذن الٰہی

پیدا ہوگئی تھی - انکی اپنی تعریف کے مطابق تو جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے وہ باذن الٰہی ہی ہے کیونکہ جب وہ مخلوق ہیں تو ذاتی طور پر تو کسی میں کوئی صفت نہیں ہو سکتی - مگر اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے صفت خالقیت بھی انسان کو دے سکتا ہے تو اس طرح تو یہ لازم آئیگا کہ گویا وہ کُل صفات جو خاصہ الوہیت ہیں اپنی مرضی سے کسی انسان میں ودیعت کر سکتا ہے گویا دیگر الفاظ میں وہ دوسرا ضرور بنا سکتا ہے - مگر یہ بالکل صفت خدائیت کے منافی ہے - پس ماننا پڑتا ہے حضرت مسیحؑ کی مخلوق ضرور کسی دوسرے رنگ کی ہوگی - اور وہ یہی ہے کہ ان میں حقیقی طور پر روح نہیں پڑتی تھی - وہ اسی قسم کا اعجاز تھا جیسا آجکل مسمرزم والے بیجان اشیاء کو ہوا میں معلق کر دیتے ہیں - خاصہ الوہیت کی کوئی صفت مخلوق میں پیدا نہیں ہو سکتی - تبھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مَیں واحد لاشریک ہوں - اور میری کسی صفت میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا - حضرت مسیحؑ کو ایک قوم نے خدا مان لیا تھا - اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے مختلف پیراؤں سے اسکا بشر ہونا ثابت کیا ہے اور دکھلایا ہے کہ اس میں کوئی صفت بھی ایسی نہ تھی جس سے اسکا اللہ ہونا مانا جائے -

(۱) صفت خالقیت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارے جاتے ہیں لا یخلقون شیئًا وھم یخلقون - وہ خالق کیونکر ہو سکتے ہیں وہ تو خود ہی مخلوق ہیں - کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ وہ جو خلق

کرتے تھے وہ خلق خدا کی خلق جیسی تھی۔ اور وہ خلق اللہ کی خلق میں مل جل گئی ہے۔ یہ گمان غلط ہے اس کے ملک میں کوئی شریک نہیں۔ مخلوق کی خلق خالق کی خلق کی مانند نہیں ہو سکتی۔

(۲) لا تبدیل لخلق اللہ۔ خلق الٰہی میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ ناممکن ہے کہ کوئی عصا کا حقیقی سانپ بنا دے یا مٹی کے کھلونوں میں روح ڈال سکے۔

(۳) لا یحیا ہے موتیٰ۔ اللہ تعالیٰ قسم کھاتا ہے کہ جو مر چکے ہیں وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آ سکتے۔ پس جو مردہ نبیوں نے زندہ کئے وہ حقیقی مردہ نہیں تھے۔ یا تو روحانی مردہ تھے جیسا اکثر موقعہ پر قرآن شریف میں مذکور ہے اور حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ میں قیامت ہوں اور میرے قدموں پر مردہ زندہ ہوتے ہیں۔ یا ایسے مردہ تھے۔ جیسے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر کے بیٹے زندہ کئے یعنی حقیقی طور پر انہیں سے قبض روح نہیں ہوئی تھی۔ اور وہ آپ کی دعا سے اٹھ بیٹھے۔ جیسا خود حضرت مسیح کا ایک واقعہ انجیل میں مندرج ہے کہ ایک لڑکی مر گئی اور اسکے والدین آپکے پاس آئے تو آپنے کہا وہ مری نہیں چنانچہ وہاں جاکر اسکو زندہ کر دیا۔

(۴) حضرت مسیح کا آسمان پر جانا مانا جاتا ہے اور یہ کہ معراج جسمانی تھا۔ مگر آسمان پر جانیکا معجزہ طلب کیا جاتا ہے تو جواب ملتا ہے۔ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ پس مسیح آسمان پر کیسے جا سکتے ہیں۔

(۵) ذات باری ہی ایسی ذات ہے جو کھانے پینے کی محتاج نہیں پس مسیح

ابتک بغیر خوراک کیونکر زندہ رہ سکتے ہیں۔ ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ و امہ صدیقہ۔ کانا یاکلان الطعام الخ بعض عیسائی فرقوں کی تثلیث خدا۔ بیٹا اور اسکی ماں ہے۔ پس موخر الذکر دونوں خوراک کے محتاج تھے وہ خدا کیوں کر ہو سکتے ہیں۔

(۶) و من نعمرہ ننکسہ فی الخلق۔ افلا یعقلون۔ حضرت نوحؑ کی عمر ساڑھے نو سو سال کی تھی۔ اللہ تعالیٰ جسکو چاہے اس سے بھی زیادہ عمر دے سکتا ہے۔ مگر وہ اپنا قانون یہ فرماتا ہے کہ بچپن سے جوانی اور پھر بڑھاپا ہوتا ہے جو بچپن سے مشابہ ہوتا ہے۔ پس مسیح ابتک ایک ہی حالت میں کطرح رہ سکتے ہیں لامتغیر ذات صرف رب العالمین ہی ہے۔ اور کوئی نہیں جو ایک عرصہ تک ایک ہی حالت میں قائم رہ سکے۔ پس مسیح زندہ نہیں ہو سکتی

(۷) و ما محمدٌ الا رسول۔ قد خلت من قبلہ الرسل۔ الخ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک رسول ہی ہے۔ تحقیق اس سے پیشتر سب رسول گذر چکے ہیں۔ پس مسیح کی نسبت یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ زندہ ہیں غلط ہے۔

(۸) و کنت علیہم شہیداً ما دمت فیہم۔ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم الخ حضرت مسیح قیامت کو اللہ تعالیٰ کے سوال کے جواب میں فرمائیں گے کہ میں جبتک قوم میں رہا۔ انپر شاہد تھا۔ مگر جب تو نے مجھے وفات دیدی تو تو ہی انپر نگہبان تھا۔ مگر اگر وہ دوبارہ دنیا میں آئیں تو یہ جواب انکا صحیح نہیں ہو سکتا۔ پس ثابت ہوا کہ وہ مر چکے۔

(۹) وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان کے واسطے زمین ہی جائے قرار ہے۔ اور اسی میں اسکی زندگی قائم رہ سکتی ہے۔ پس مسیح چونکہ انسان ہی تھے۔ اس لیئے نہ وہ زمین سے باہر جا سکتے ہیں اور نہ زندہ رہ سکتے ہیں۔

(۱۰) اين ما تكونوا يدرككم الموت ولو كنتم في بروج مشيدة بفرض محال اور دلیل کے طور پر اگر ہم مان بھی لیں کہ حضرت مسیح آسمان پر چلے گئے تھے۔ تو چونکہ انکے واپس آنیکا قرآن شریف میں ذکر نہیں۔ پس وہ اس آیت کے حکم کے بموجب مر چکے ہیں اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

غرض کہاں تک بیان کیا جائے۔ المختصر افلا يتدبرون القرآن ام على قلوب اقفالها۔ قرآن شریف میں تدبر کیوں نہیں کرتے یا دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں۔ تلك ايات الله نتلوها عليك بالحق فباي حديث بعد الله واياته يؤمنون۔ یہ آیات اللہ ہیں جو ہم حق کے ساتھ تجھپر پڑھتے ہیں۔ پس اللہ اور اسکی آیات کے بعد اور کس بات پر ایمان لاؤ گے ؟ کیا اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ کتاب اللہ میں اختلاف نہیں ہو سکتا۔ پس بجائے اسکے کہ آیات اللہ کی تکذیب کرو اور ایک مسیح کو آسمان پر مان کر اور اس کے معجزات میں خدائی رنگ تصور کر کے شان الوہیت کی بیقدری کرو۔ جب اللہ تعالیٰ نے خود سمجھا دیا ہے کہ میری کلام میں محکمات بھی ہیں اور متشابہات بھی۔ پس یہ کیوں نہیں کرتے کہ

ایسے معنے کرو جس سے آیات اللہ کی تکذیب نہ ہو اور شان الوہیت میں فرق نہ آئے۔ فتدبروا۔

غرض معجزات خرق عادت امور ہوتے ہیں۔ انمیں خاصہ الوہیت کی کوئی صفت نہیں ہوتی مگر عوام الناس کے سامنے بطور اعجاز پیش کیے جاتے ہیں اور دعویٰ نبوت اور رسالت کی تصدیق کرتے ہیں۔ مگر ہاں قرآن شریف میں انبیاء کے ساتھ ایسے خرق عادت امور کا عام طور پر ذکر نہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لازمی طور پر خاصتہً رسالت کی دلیل قائم نہیں ہو سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں حضرت رسول اکرمؐ کے اس قسم کے خرق عادت واقعات کا ذکر نہیں بلکہ صداقت کے اور نشان پیش کیے ہیں جو سب انبیاءؑ پر صادق آتے ہیں۔

(۱) صادق اپنے مشن میں کامیاب ہوتا ہے۔

(۲) مفتری علی اللہ کبھی فلاح نہیں پا سکتا۔

(۳) مخالفین جو معاندانہ مقابل میں آتے ہیں تباہ ہوتے ہیں۔

معجزات کو لوگ جادو کے ساتھ ملا دیتے ہیں۔ مگر اس بات سے عاجز ہیں کہ مرسل من اللہ کی طرح خود دعویٰ نبوت کریں اور پھر بچ رہیں۔ اور علاوہ اس کے معاندانہ مقابل میں آتے ہیں تو ہلاک ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہی اصول سب انبیاءؑ نے بڑے زور سے پیش کیا ہے۔ تشریح کے لیئے وقت نہیں آپ خود قرآن شریف کو پڑھکر اور غور کر کے فیصلہ کر سکتے ہیں۔

ایک بیبات بھی بیان کرنیکے لائق ہے۔ کہ یہ اصول تو سب میں مساوی ہیں مگر دیگر معجزات وقت اور ضرورت کے مطابق عطا ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کُل انبیاءؑ اور مرسلین کے معجزات مختلف ہیں۔ قوم تو پکار کرتی ہے اور وہ ویسے معجزات طلب کرتے ہیں جیسے گذشتہ انبیاءؑ نے دکھائے۔ واذا جاءتھم اٰیۃٌ قالوا لن نؤمن حتّٰی نؤتٰی مثل ما اُوتی رُسُل اللہ الخ چنانچہ حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کفار نے اسی رنگ کے معجزات مانگے۔ مگر انکو انکی خواہش کے مطابق وہ نہیں دکھائی گئے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ زمانہ میں کیسے اعجاز کی ضرورت ہے اور جو لوگ اپنی خواہش سے معجزات طلب کرتے ہیں وہ الٰہی عذاب میں گرفتار ہوتے ہیں اور انہیں کہا جاتا ہے کہ جو نشان تمھیں دکھائے جاتے ہیں ان کی تکذیب کیوں کرتے ہو۔ کیا وہ اعجاز نہیں اور مَیں تمھارا محکوم ہوں کہ تمھاری خواہشیں پوری کروں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ پہلا اور اصلی امتیاز انبیاءؑ کے ساتھ وحی الٰہی ہوتا ہے۔ اور باقی سب نشانات تائیدی ہوتے ہیں۔ چنانچہ سب انبیاءؑ نے کہا ہے کہ ہم تمھارے جیسے انسان ہیں مگر ہاں ہم میں یہ فضیلت ہے کہ ہمیں وحی الٰہی ہوتی ہے اور ہدایت پر مامور ہیں تھوڑے دن ہوئے کہ مولوی محمد ابراہیم نے یہاں جامع مسجد میں بیان کیا تھا۔ کہ الہام اور وحی میں یہ فرق ہے کہ الہام وہ ہے جو ہر انسان میں پیدائشی طور پر ودیعت ہوتا ہے اور اس میں کچھ فضیلت نہیں۔ تائید میں آیت پیش کی فالھمھا

فجورھا و تقواھا۔ یہ بیان اس کا محض حضرت مرزا صاحب کی تکذیب کرنیکی وجہ سے تھا ورنہ سوچنا چاہیئے کہ الفاظ کے معنے محل اور موقعہ کے لحاظ سے ہوتے ہیں۔ کیا دیگر اماموں اور مجددوں کے الہام اسی رنگ کے تھے اس طرح تو گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ وحی بھی کچھ چیز نہیں وہ بھی انسان ایک دوسرے کو کرتے ہیں۔ جیسا اس آیت میں وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِينَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا الخ اور ایک جگہ لفظ وحی شہد کی مکھی پر اطلاق ہوا ہے۔ تو کیا پس اسکے ہم یہ معنے سمجھ لیں کہ وحی بھی محض حدیث النفس ہوتی ہے استغفر اللہ غرض الہام اور وحی الٰہی جو بندہ کی طرف ہوتی ہے اسکا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ وہ جبریل امین کے ذریعہ یا براہ راست اللہ تعالیٰ کی کلام ہوتی ہے۔

مَیں نے اپنی سمجھ اور ادراک کے بموجب مختصر مگر کافی بحث کر دی ہے۔ مگر حق یہ ہے کہ یہ مضمون ایسا ہے کہ اسکی تفہیم وہی شخص خوب ادا کر سکتا ہے جو منصب ماموریت پر متمکن ہے۔ مذہب اسلام دیگر مذاہب کی طرح مردہ نہیں بلکہ زندہ مذہب ہے اور اس کے برکات ہمیشہ تازہ بتازہ دنیا میں قائم رہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ایک شخص کو ہر زمانہ میں مبعوث فرماتا ہے جو حقیقت وحی۔ حقیقت الہام اور حقیقت معجزہ کا زندہ نمونہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اسوقت بھی ایک شخص نے دعویٰ کیا ہے کہ مَیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوں اور اس نے اپنی صداقت کے وہی ثبوت دیئے ہیں جو گذشتہ

صادقین نے دیئے اس نے بتایا ہے کہ معجزہ اور کرامت کیا ہے۔ ع
آسماں بارد نشاں الوقت می گوید زمیں۔ آسمانی اور زمینی نشانات کے علاوہ
اس نے یہ اعجاز پیش کیا۔

علم قرآں علم آں طیب زباں
علم غیب از وحی خلاق جہاں
ایں سہ علم چوں نشانہا دادہ اند
ہر سہ ہمچوں شاہداں استادہ اند
آدمی زادے نداروہیچ فن
تا در آویزد دریں میداں بمن
حجت ہمساں برایشاں شد تمام
یا وہ گوئی ماند در دست شام

قرآن شریف کا علم اور عربی زبان کا علم اور وحی الٰہی سے غیب کی بات
بتا دینا۔ ان سب میں میں ممتاز ہوں۔ دنیا میں کوئی نہیں جو میرا مقابلہ
کر سکے۔ زبانی حجت بازی کرنا آسان ہے مگر عملی طور پر کوئی تکذیب نہیں
کر سکتا۔ پس اس سے بڑھکر صداقت اور کیا ہو سکتی ہے۔ اب بھی جو
انکار کرتے ہیں وہ غور تو کریں کہ ان کے پاس سوائے بدگمانی کے اور
کیا دلیل ہے۔

مضمون بہت بسیط ہے جو قلیل وقت میں ادا نہیں ہو سکتا۔
عاقلے را اشارتے کافی است

# حیدرآباد دکن کا سیلاب

میونسپل گزٹ صدائے ہند لاہور مورخہ ۲۶- اکتوبر ۱۹۰۸ء میں ایڈیٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ "کیا مرزا صاحب کا نہ ماننا حیدرآباد دکن کی بربادی کا باعث ہے؟ ہمارے دوست شیخ محمد فضل الٰہی صاحب رئیس راولپنڈی مرزا صاحب کے متعلق ہمیں حاسد کہتے تھے۔ لیکن اب وہ یہ خبر سنکر کیا کہیں گے۔ کہ حیدرآباد کی تباہی پر کوئی آنکھ نہیں جو پُرآب نہو۔ لیکن ایک مرزائی جماعت ہے۔ جو حیدرآباد کے سیلاب کو مرزا صاحب کو مسیح موعودؑ نہ تسلیم کرنیکا باعث قرار دیتی ہے"

مندرجہ بالا نوٹ میں دو تین باتیں غور طلب ہیں۔ اوّل یہ کہ کیا واقعی حیدرآباد دکن کا سیلاب حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نہ ماننے کیوجہ سے واقع ہوا ہے۔ اور دوم یہ کہ احمدی جماعت کو اس حادثہ سے رنج پہنچا ہے یا خوشی۔ ان ہر دو امور میں سے مَیں پہلے موخرالذکر کو لیتا ہوں۔ احمدی جماعت جسکا کام خدا تعالیٰ کے قہری نشانوں سے عبرت حاصل کرنا ہے۔ ایک ایسی بات پر ہرگز خوش نہیں ہو سکتی۔ جو دنیا یا اس کے کسی حصہ کی تباہی کا باعث ہوتا ہے۔ حیدرآباد کا سیلاب دنیا کے لیئے بڑا ہی عبرتناک نظارہ تھا۔ جسوقت احمدی جماعت کے کسی فرد نے اس خبر کو سنا۔ اسیوقت اسکو حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کا پورا ہونا قرار دیا۔ صرف سُننے والوں نے ہی نہیں۔ بلکہ ان لوگوں نے بھی جو عین اس موقعہ پر

حاضر تھے۔ ہاں اسواقعہ کو مرزا صاحب کی مخالفت کا نتیجہ قرار دینے سے یہ نتیجہ نکالنا کہ احمدی جماعت اس ہلاکت پر خوشیاں مناتی ہے۔ بالکل غلط ہے۔ غور کرنیکا مقام ہے۔ کہ ہر ایک احمدی فرد جو اس خبر کو سُنتا ہے۔ یہی معلوم کرتا ہے۔ کہ یہ ایسے شہر کا واقعہ ہے۔ جہاں خاصی تعداد میں احمدی جماعت بستی ہے۔ اور جب وہاں ایسا سخت سیلاب آیا ہے۔ تو پھر ممکن ہے۔ انکو بھی نقصان پہنچا ہو۔ چنانچہ قادیان دارالامان کے احمدیوں کو بھی یہ تشویش ہوئی۔ اور اسے دُور کرنیکے لیئے حیدرآباد کی جماعت کی طرف خطوط لکھے گئے اور خطوط کا جواب نہ ملنے پر ایک آدمی خاص اس غرض کے لیئے بھیجا گیا۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ احمدی جماعت کو اس سے یہ خوشی نہیں ہوئی۔ کہ سیلاب آیا اور بہت سے لوگوں کو تباہ کر گیا۔

پھر غور کرنیوالی بات یہ ہے۔ کہ خاص حیدرآباد میں عین سیلاب کے آنیکے وقت ایک جماعت نے اسکو مرزا صاحب کے انکار کی وجہ قرار دیا ہے۔ کیا ایڈیٹر صاحب ریسپنسبل گزٹ صدائے ہند لاہور ثابت کر سکتے ہیں۔ کہ ان لوگوں کو اس سے خوشی ہو سکتی تھی جو تباہی کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہے تھے۔ غرض مرزا صاحب کے انکار کی یہ وجہ قرار دینا کوئی حاجز نہیں ہے۔ البتہ ایسے موقعہ پر ہماری طرف سے کوئی خاص خوشی کی جاتی تو قابل گرفت تھی۔

اب امر اوّل کہ "سیلاب مرزا صاحب کے تسلیم نہ کرنیکی وجہ سے آیا ہے کہ نہیں" کے جواب میں عرض ہے۔ کہ واقعی یہ سیلاب حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب کی وجہ سے آیا ہے۔ اس کے دو ثبوت ہیں۔ اول یہ کہ حضور علیہ السلام نے

مدت پہلے پیشگوئی کر دی تھی۔ اور اس پیشگوئی کو مختلف وقتوں میں مختلف رنگوں میں بیان فرمایا تھا۔ دوم یہ کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے احمدی جماعت کی ایک جان بھی ضائع نہیں ہوئی۔ کیونکہ وہ سب خدا تعالیٰ کے اس مقبول کو تسلیم کرتے تھے اور انکی اطاعت کو فخر سمجھتے تھے۔ حضور علیہ السلام نے مختلف اوقات میں الہامات شائع کئے ہیں چنانچہ مئی ۱۹۰۴ء کا الہام ہے عفت الدیار محلها و مقامها اور ۱۳ ستمبر ۱۹۰۵ء کا الہام ہے عفت الدیار کذ کرہی۔ کیا واقعات نے ثابت نہیں کر دیا کہ جس طرح دنیا نے خدا تعالیٰ کے ذکر کو ترک کیا۔ اسی طرح دنیا پر طرح طرح کی مصیبتیں واقع ہوئیں۔ اور ہر طرح دنیا پر تباہی ہو رہی ہے پھر کس طرح محل و مقام بے نام و نشان کر دیئے گئے۔ کیا یہ کوئی کم نشان ہے؟۔

پھر دیکھو حضور علیہ السلام نے الندا من وحی السماء مورخہ ۲۱۔ اپریل ۱۹۰۵ء کے ذریعہ ہمیں خبر دی۔ جیسا کہ انہوں نے اشتہار مذکور میں الفاظ ذیل تحریر فرمائے ہیں۔

سونیوالو جلد جاگو یہ نہ وقتِ خواب ہے ❊ جو خبر دی وحی حق نے اس سے دل بیتاب ہے
زلزلہ سے دیکھتا ہوں میں زمیں زیر و زبر ❊ وقت اب نزدیک ہے آیا کھڑا سیلاب ہے
ہو سرِ راہ پر کھڑا نیکوں کی وہ مولیٰ کریم ❊ نیک کو کچھ غم نہیں ہے گو بڑا گرداب ہے
کوئی کشتی اب بچا سکتی نہیں اس سیل سے ❊ جیلے سب جاتے رہے اک حضرتِ تواب ہے

ان اشعار میں کس وضاحت کے ساتھ سیلاب کی خبر درج ہے۔ اگر حیدر آباد کے سیلاب کے واقعات پر غور کیا جاوے تو اس سیلاب کا ان اشعار سے خاص تعلق ثابت ہوتا ہے۔

اہالیان حیدرآباد دکن میں سے ایک صاحب لکھتا ہے۔ "ہم لوگ ایسی سخت آفت اور پُرآشوب حالت میں بھی بالکل مطمئن تھے اور خوب جانتے تھے۔ کہ وہ رحیم و کریم محض حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل سے ہمکو اپنی پناہ حرمت میں لیلیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور ہم اور ہمارے عیال و اطفال سب خیر و عافیت سے ہیں"۔ اگر غور کیا جاوے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ یہ وہی سیلاب ہے جسکی نسبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قریباً سوا تین سال پہلے بتا دیا تھا۔ کہ ایک سخت سیلاب آئیگا۔ پھر جیسا کہ آپنے تحریر فرمایا تھا۔ کوئی کشتی اس سیلاب سے بچا نہ سکی حتّٰی کہ جو لوگ درختوں پر چڑھے وہ بھی بچ نہ سکے۔ صرف ایک کشتی بچا سکی جسکی متعلق ارشاد ہو چکا تھا۔ واضع الفلک چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جیسا کہ ہم ایک بھائی کی تحریر کے اقتباس سے ظاہر کر آئے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے صاف لکھدیا تھا۔ نیک کو کچھ غم نہیں ہے گو بڑا گرداب ہے۔ غور کرو کطرح نیک بچائے گئے۔ اور وہ نیک کطرح اپنی نجات کے لیے مطمئن تھے کیا اس سے بڑھکر کوئی امتیاز ہو سکتا ہے۔

پھر ۶۔ مئی ۱۹۰۶ء کا الہام ہے ولا تکلمنی فی الذین ظلموا انہم مغرقون اس الہام سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ بڑا سیلاب آنیوالا ہے۔ اور عام طور تباہی ہوگی۔

پھر ۷۔ ۲۔ مئی ۱۹۰۶ء کو الہام ہوا۔ آفتوں اور مصیبتوں کے دن ہیں۔ کیا اس میں شک ہے۔ کہ آجکل کس کطرح کی آفتیں آرہی ہیں۔ بیماریاں ایک علیحدہ ہیں۔ کیا آفتوں میں سے حیدرآباد دکن کی آفت قابل ذکر نہیں ہے؟

۱۲۔ اگست ۱۹۰۶ء کو الہام ہوا (۱) دیکھ میں آسمان سے تیرے لیئے برساؤنگا۔

اور زمین سے نکالونگا۔ پر وہ جو تیرے مخالف ہیں پکڑے جائیں گے۔
(۲) صحن میں ندیاں چلیں گی۔ اور سخت زلزلے آئیں گے۔ یہ الہام
کطرح پورا ہوا۔ کطرح آسمان سے بارش ہوئی۔ اور کطرح زمین سے رود موسیٰ نکلکر
تباہی ڈالی۔ اور مخالف کطرح پکڑے گئے۔ کطرح صحنوں میں ندیاں چلیں۔ اور کطرح
مکانات منہدم کر دیئے گئے فاعتبروا یا اولی الابصار۔
پھر ۲۱۔ اگست ۱۹۰۶ء کا الہام ہے۔ نصرت بالرعب وقالوا لات حین مناص
اس دن خدا تعالیٰ نے کیسا قہری نشان رعب کے ساتھ دکھلایا اور کیا کوئی فرد
اس دن بھاگ سکا یا کیا کوئی بھاگنے کی جگہ تھی؟ کطرح خدا تعالیٰ کا سخت عذاب نازل ہوا
اور کطرح اس دعا کو پورا کیا جو آپکی زبان پر الہاماً جاری ہوئی تھی۔ "ربّ لا تذر علی الارض
من الکٰفرین دیارا"۔ (۱۳۔ نومبر ۱۹۰۶ء) یہ دعا پہلے پہل حضرت نوح علیہ السلام نے
کی ہے۔ اور پھر خدا تعالیٰ نے خود اپنے پیارے امام سے ہمارے زمانہ میں کروائی
ہے۔ اسوقت بھی سیلاب آکر یہ دعا پوری ہوئی۔ اور اب تو بہت سے طریقوں پر پوری
ہو رہی ہے۔ چنانچہ سیلاب کے طور پر بھی پوری ہو چکی۔
اس کے بعد ۱۰۔ فروری ۱۹۰۷ء کا الہام ہے۔ دعنی اقتل من اذاک۔
ان العذاب مربع ومدود غور کرو۔ عذاب نے کسطرح پر چہار طرف سے دنیا کو
گھیرا ہے۔ کہ کہیں بیماریاں ہیں اور کہیں سیلاب ہے۔ خاص طور پر یہ سیلاب کیسا
اردگرد سے گھرا ہوا تھا۔ کہ اس نے کسی کو بھاگنے کی اجازت نہ دی۔
پھر ۱۳۔ مارچ ۱۹۰۷ء کا الہام ہے واستوت علی الجودی۔ اس الہام کی

تشریح میں آپنے صاف تحریر فرمایا ہے۔ کہ اس میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے وغیض الماء وقضی الامر پھر دیکھو کہ کطرح یہ کلمات پورے ہوئے۔

پھر ۲۴۔ مارچ ۱۹۰۶ء کا الہام ہے۔ لاکھوں انسانوں کو تہ و بالا کردونگا۔ کیا لاکھوں انسانوں کے ساتھ ایسا واقع نہیں ہوا کچھ مکانوں کے نیچے دب گئے اور کچھ پانی میں غرق ہوگئے۔

پھر یکم۔ اپریل ۱۹۰۷ء کا الہام ہے۔ (۱) واللہ انی غالب وسیظہر شوکتی وکل ھالك الا من قعد فی سفینتی۔ (۲) ایک اور قیامت برپا ہوئی۔ یہ الہامات کطرح پورے ہوئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کشتی میں بیٹھنے والے کطرح بچائے گئے۔ اور کیسی قیامت برپا ہوئی۔

پھر ۱۲۔ مئی ۱۹۰۷ء کا الہام ہے۔ ... ان شہروں کو دیکھکر رونا آئے گا۔ وہ قیامت کے دن ہوں گے۔ زبردست نشانوں کے ساتھ ترقی ہوگی۔ ایک ہولناک نشان۔ اسپر غور کرو۔ کیسا ہولناک نشان تھا۔ اور کیسا زبردست نشان تھا۔ اور آیا کوئی آنکھ ہے۔ جو حیدرآباد کو دیکھکر پُرآب نہ ہوئی ہوگی۔

پھر یکم۔ جنوری ۱۹۰۸ء کو الہام ہوا۔ دبدبہ خسرویم شد بلند۔ زلزلہ در گور نظام فگند۔ یہ کون نہیں جانتا۔ کہ جو شہر لہو و لعب میں پڑکر یاد خدا بھول جاوے۔ وہ شہر اور اسکے باشندے کالمیت ہی ہوتے ہیں۔ ایسے شہر خدا تعالیٰ کی نگاہ میں ایک گور کی کیفیت اپنے اندر رکھتے ہیں۔ ویسا ہی وہ بستی یا علاقہ جو عنقریب تباہ ہونیوالا ہوتا ہے۔ وہ بھی خدا تعالیٰ کے نزدیک اپنی زندگی میں مردہ ہوتا ہے۔ شہر نظام

دنیا کی نگاہوں میں ایک معمور اور آباد شہر تھا۔ لیکن جس قہار خدا نے اپنی حجت کو قائم کرنے کے لیئے اس کے تباہ کرنیکا ارادہ کر لیا تھا۔ اس کی نگاہ میں شہر نظام نہ تھا۔ بلکہ گور نظام تھا۔ چنانچہ مندرجہ بالا الہام میں صاف طور پر بتا دیا۔ کہ جس سیلاب کی ہم نے خبر دی ہے۔ وہ گور نظام یعنی حیدر آباد میں ظاہر ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

بالآخر ایک اور الہام اسکی تائید میں پیش کرتا ہوں۔ جو ۲۳۔ اپریل ۱۹۰۸ء کو ہوا ہے اور وہ یہ ہے۔ "میرے لیئے ایک نشان آسمان پر ظاہر ہوا" الغرض یہ ایک زبردست اور عالیشان نشان ہے۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید کے لیئے آسمان سے ظاہر ہوا۔

عبدالرحیم

## رسیدات قیمت رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان ماہ رمضان المبارک و شوال

| بابت ماہ رمضان المبارک | بابت ماہ شوال |
|---|---|
| میاں نظام الدین صاحب خریدار نمبر ۴۹۱ عہ | محمد رمضان صاحب خریدار نمبر ۴۴۲ عہ ۱۲ |
| عبداللہ محمد اسمٰعیل صاحب خریدار نمبر ۱۰ عہ | عمر الدین صاحب خریدار نمبر ۲۷۷ عہ ۱۲ |
| محمد شفیق صاحب خریدار نمبر ۵۳۴ عہ ۹ | پیر اندتا صاحب خریدار نمبر ۳۹۴ عہ ۱۲ |
| عبدالرحیم صاحب خریدار نمبر ۵۳۰ عہ | ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب خریدار نمبر ۱۶ عہ ۱۲ |
| صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب خریدار نمبر ۱ عہ ۱۸ | اکبر علی صاحب خریدار نمبر ۴۵۵ عہ ۱۲ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| منشی گلاب دین صاحب خریدار نمبر ۱۲۲ | ۲ر | میاں غلام محمد صاحب خریدار نمبر ۵۴۲ | عا ۱ر |
| بشیر احمد صاحب خریدار نمبر ۵۳۲ | عا ۱ر | بابو منظور الٰہی صاحب خریدار نمبر ۹۲ | عا ۲ر |
| میاں کریم بخش صاحب خریدار نمبر ۵۳۳ | عا ۱ر | منشی گلاب دین صاحب خریدار نمبر ۱۲۲ | ۲ر |
| عطا محمد صاحب خریدار نمبر ۵۳۵ | عہ ۴ر | تصدق حسین صاحب خریدار نمبر ۵۴۷ | عا ر |
| میاں محمد نذیر صاحب خریدار نمبر ۲۳۱ | عا ر | عمر الدین صاحب خریدار نمبر ۵۴۸ | عا ر |
| محمد الدین صاحب گرداور خریدار نمبر ۵۴۰ | عا ۱ر | محمد ابراہیم صاحب خریدار نمبر ۱۶۰ | عا ۲ر |
| ماسٹر علم الدین صاحب خریدار نمبر ۵۶ | عا ۱ر | عبد العزیز صاحب خریدار نمبر ۹۹ | عا ۱ر |
| رحمت اللہ صاحب خریدار نمبر ۳۶۰ | عا ۲ر | محمد حسن صاحب خریدار نمبر ۹۱ | عا ر |
| محمد تقی صاحب خریدار نمبر ۲۳۴ | عا ۱ر | غلام محمد صاحب خریدار نمبر ۳۳۶ | عا ۱ر |
| چودھری غلام حسین صاحب خریدار نمبر ۳۸۹ | عا ۱ر | امیر اللہ صاحب خریدار نمبر ۴۲۷ | عا ر |
| عزیز الرحمٰن صاحب خریدار نمبر ۴۲۵ | عا ۱ر | عبد اللہ صاحب خریدار نمبر ۳۴۷ | عا ۱ر |
| میزان | ۱ر | قیمت رسالہ نقد ۴ (۶) × ۱۱ نمبر | ۶ر |
| | | میزان | ۷ر |

## رسیدات چندہ لائبریری رسالہ تشحیذ الاذہان بابت ماہ رمضان و شوال سنہ ۱۳۲۶ ہجری

| | | | |
|---|---|---|---|
| بابو محمد صاحب معرفت چودھری ضیاء الدین صاحب | صمہ ر | میاں کریم بخش صاحب سپاہی سیٹی پولیس جگراؤں | عہ ر |
| میاں ہسو صاحب لدھیانہ | عہ ر | میاں مولا بخش صاحب | عہ ر |
| چودھری ضیاء الدین صاحب | ۸ر | نمبر ۱ | عہ ر |
| | | نمبر ۲ | ۸ر |

| | |
|---|---|
| صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب ۸ر | عبد العزیز صاحب گوجر خان عہ ر |

مولوی عزیز بخش صاحب ڈیرہ غازیخان عہ ر

میزان عہ

## رشیدات چندہ ممبری بابت ماہ رمضان و شوال ۱۳۲۶ ہجری

| | |
|---|---|
| ماسٹر عبد العزیز صاحب قادیان ۴ر | منشی نعمت اللہ صاحب گوہر ۴ر |
| بابو عبد الرحمن صاحب شملہ ۱ر | صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ۸ر |
| بابو فضل کریم صاحب راولپنڈی ۸ر | میاں احمد الدین صاحب زرگر قادیان ۸ر |

میزان ۱ر عبد العزیز محاسب انجمن تشحیذ الاذہان

## کرایہ میں تخفیف

احمدی جماعت کے صدر مقام قادیان کے سالانہ جلسہ میں آنیوالے احباب کے لیئے نارتھ ویسٹرن ریلوے نے انٹر اور تھرڈ کلاس کے مسافروں کے لیئے نصف کرایہ منظور کیا ہے۔ یعنی آمد و رفت کے لیئے ایک طرف کا کرایہ دینا پڑے گا۔ جو احباب آنا چاہیں۔ وہ سکرٹری صاحب صدر انجمن احمدیہ سے فارمیں طلب فرمائیں۔ جنکے دکھانیسے ایک طرف کا کرایہ ادا کرنے پر دوہرا ٹکٹ ملجائیگا۔

پروگرام تیسرا سالانہ جلسہ انجمن تشحیذ الاذہان رسالہ ہذا کے ٹائٹل پیج پر ملاحظہ فرمائیں۔

# ضروری التماس

پرچہ نمبر ۱۲ جو دراصل سال کا آخری پرچہ ہے ارسال خدمت ہوتا ہے۔ مگر چونکہ درمیان سال میں انجمن تشحیذ الاذہان کے حسابات میں شمسی مہینوں کی بجائے قمری مہینے رائج کیے گئے۔ اور قمری سال شمسی سال سے ایک ماہ پیچھے تھا۔ اس لیئے اس سال ہم انشاء اللہ تعالےٰ تیرہ ۱۳ پرچے شائع کرینگے سال کا آخر پرچہ (جو نمبر ۱۳ ہوگا) بجائے ۱۰۔ ذی الحج مطابق ۳۔ جنوری ۱۹۰۹ء کے یکم ذی الحج مطابق ۲۵۔ دسمبر ۱۹۰۸ء کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع کیا جاویگا۔

خریداران رسالہ ہذا میں سے جو احباب سالانہ جلسہ پر تشریف لانا چاہتے ہیں وہ مجھے اطلاع دیں۔ تاکہ انکا پرچہ یہاں رکھ لیا جاوے۔ اور باقی احباب کو بھیجدیا جاوے یہ بھی خیال رہے۔ کہ چونکہ آئندہ پرچے کے ساتھ ہی ۱۳۲۶ھ ختم ہوجائیگا۔ اس لیئے اس سال کا آخری پرچہ جو بطور نمبر ۱۳ شائع ہوگا۔ سنہ ۱۳۲۷ ہجری کی قیمت کی وصولی کے لیئے وی پی ارسال ہوگا۔ جن احباب کی طرف سنہ ۱۳۲۶ ہجری یا سنہ ۱۹۰۸ء کا بقایا ہے۔ انکی طرف پرچہ نمبر ۱۳ بغرض وصولی قیمت ہر دو سال ارسال ہوگا۔ جو احباب کسی وجہ سے وی پی نہ لے سکتے ہوں۔ وہ مہربانی کرکے بہت جلد مطلع کرکے ممنون فرمائیں۔

المتمس۔ مینجر رسالہ تشحیذ الاذہان۔ قادیان دارالامان

# انجمن تشحیذ الاذہان
# کا
# تیسرا سالانہ جلسہ

سکرٹری صاحب انجمن تشحیذ الاذہان نے مجھے انجمن تشحیذ الاذہان کے تیسرے سالانہ جلسہ کا پروگرام رسالہ میں شائع کرنیکے لیئے بھیجا ہے۔ میں اس پروگرام کو درج کرنیسے پہلے احباب کیخدمت میں یہ عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ ہمارے سید و آقا عالیجناب حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی وفات کے بعد یہ پہلا سالانہ جلسہ ہے۔ جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے صدر مقام میں ہوگا۔ اور بزرگان قوم نے ہر طرح سے کوشش کی ہے۔ کہ اس جلسہ میں خاص طور پر رونق ہو جیسا کہ میں دوسری جگہ لکھ چکا ہوں۔ حکام نارتھ ویسٹرن ریلوے نے کرایہ میں تخفیف کر دی ہے۔ اور یہ ایک خدائے تعالیٰ کا فضل ہے۔ اور خدائے تعالیٰ کے فضلوں اور انعامات کے حاصل کرنیکا طریق یہ ہے کہ جو ہم پر فضل و انعام ہو ہم اسکی قدر کریں۔ تا کہ لئن شکرتم لازیدنکم کے مطابق فضل و انعام اور بھی ترقی پذیر ہو۔ یہ جو ہم پر فضل ہوا ہے۔ اسکی قدر یہ ہے کہ اس سے فائدہ اٹھایا جاوے۔ اور اسکی یہ صورت ہے۔ کہ جہانتک ہو سکے۔ سب احباب یہ کوشش کریں۔ کہ خود تشریف لائیں۔ اور دوسروں کو تحریک کریں۔ کہ وہ بھی تشریف لائیں۔ اس سے ایک یہ فائدہ بھی ہوگا۔ کہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح اور دیگر بزرگان ملت کی خواہش کو پورا کرکے آپ لوگ ثواب کے مستحق ٹھہرینگے۔ مختصر پروگرام سالانہ جلسہ کا یہ ہے۔ کہ ۲۵۔ دسمبر کو مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ کا اجلاس ہوگا۔ اور احمدیہ دار الکتب کا افتتاح ہوگا۔ ۲۶۔ دسمبر کو قبل از نماز ظہر مجلس معتمدین کا اجلاس بعد از تمام ظہر حضرت خلیفۃ المسیح اور

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا لیکچر بعد از نماز مغرب و عشا احمدیہ کانفرنس ۲۷ و ۲۸ کو مختلف بزرگانِ ملت کی تقریریں۔ اور ۲۹۔ دسمبر کو ۱۰ بجے سے ۱½ بجے تک انجمن تشحیذ الاذہان کا تیسرا سالانہ جلسہ ہوگا۔ جس کا پروگرام حسب ذیل ہے:۔

| نمبر شمار | لیکچرار | مضمون | وقت | کیفیت |
|---|---|---|---|---|
| ۱ | | قرآن شریف | ۵ منٹ | |
| ۲ | سیکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان | رپورٹ انجمن | ۲۰ منٹ | |
| ۳ | منشی نعمت اللہ صاحب گوہر | نظم | ۱۰ منٹ | |
| ۴ | حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب | خطبہ | ۴۵ منٹ | |
| ۵ | 〃 | نظم (اپیل بخدمت قوم) | ۱۰ منٹ | نظم میاں صاحب تیار کریں گے۔ مگر جلسہ میں غالباً حکیم احمد حسین صاحب لائل پوری پڑھیں گے۔ |
| ۶ | اکبر شاہ خانصاحب اکبر نجیب آبادی | بگو شیدای جواناں تا بدیں قوت شود پیدا | ۱۵ منٹ | |
| ۷ | | لیکچر | ۲۵ منٹ | |
| ۸ | شیخ عبد الخالق صاحب محرر میگزین۔ قادیان | پنجابی نظم | ۱۰ منٹ | |
| ۹ | مینجر و مختلف احباب | رسالہ کیلئے تحریکیں | ۳۰ منٹ | |
| ۱۰ | میر مجلس صاحب | آخری تقریر | ۴۵ منٹ | |

(مینجر)

باہتمام شیخ یعقوب علی (تراب) صاحب مالک انوار احمدیہ مشین پریس دارالامان قادیان میں طبع ہوا۔